مس سروری رانا

اسلامی معاشرہ میں ذمّی کی حیثیت

"ذمّی" وہ غیر مسلم ہیں جنھیں اسلامی سلطنت میں پناہ دی جاتی ہے۔ ان سے جزیہ وصول کیا جاتا ہے اور اس کے عوض فوجی خدمات سے مستثنیٰ کر کے ان کی جان و مال کی حفاظت کی جاتی ہے۔ اسلامی اصول کے مطابق اہلِ کتاب اہلِ ذمہ میں شامل ہیں۔

"انسائیکلوپیڈیا آف اسلام" میں اہلِ کتاب کی ان الفاظ میں تعریف کی گئی ہے:

"وہ لوگ جن کے پاس آسمانی کتاب ہے۔ اہلِ اسلام کے نزدیک اہلِ کتاب سے مراد عیسائی اور یہودی ہیں جن کے پاس آسمانی صحیفے آئے، جو بعد میں مسخ ہو گئے۔ قرآن پاک نے ان لوگوں اور کفار میں فرق رکھا ہے۔ مسلمانوں کی اطاعت اختیار کر لینے کے بعد کفار کے مقابلے میں ان کو زیادہ مراعات دی جاتی ہیں۔ مسلمانوں کو ان کے ساتھ (حلال کی پابندی کے ساتھ) کھانے اور ان کی عورتوں کے ساتھ شادی بھی کرنے کی اجازت ہے۔ ان کے حقوق کا اتنا خیال رکھا گیا ہے کہ آنحضور ؐ نے ان کے حقوق کی نگہداشت کی تاکید فرمائی ہے۔ چنانچہ جب کوئی اسلامی لشکر جہاد پر روانہ ہوتا تھا تو اس کو خاص طور سے ہدایت دی جاتی تھی کہ اہلِ کتاب کی عبادت میں خلل اندازی نہ کی جائے۔"

ابتدائی زمانے میں اہلِ ذمہ میں صرف عیسائی اور یہودیوں کو شامل کیا جاتا تھا لیکن جب اسلام عرب میں پھیلا اور مسلمانوں نے فتوحات کا آغاز کیا تو مسلمانوں کو عیسائیوں اور یہودی قوم کے علاوہ اور لوگوں سے بھی واسطہ پڑا۔ جب مسلمانوں نے عراق کو فتح کیا تو وہاں ان کو صابیوں سے واسطہ پڑا۔ ان لوگوں کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ ستاروں کو پوجتے تھے۔ اس کے علاوہ وہ سورج اور چاند کی بھی پوجا کرتے تھے۔ ان کو بھی مسلمانوں نے اہلِ ذمہ کے زمرے میں لے لیا۔ صرف ایک امتیاز ان میں اور اہلِ کتاب میں برقرار رکھا کہ اگر مسلمان ان کے علاقوں میں جائیں تو ان کے ساتھ کھانا نہیں کھا سکتے۔

اگرچہ مسلمان اہلِ کتاب کے ساتھ کھانا کھا سکتے ہیں - دوسرا فرق اہلِ کتاب اور ان لوگوں میں یہ رکھا کہ ان کی لڑکیوں کے ساتھ مسلمان شادی نہیں کر سکتے - اگرچہ اہلِ کتاب کی لڑکیوں سے مسلمانوں کو شادی کرنے کی اجازت ہے۔

جب مسلمانوں نے ملک شام فتح کیا تو یہاں مسلمانوں کو سامرہ قوم سے واسطہ پڑا مسلمانوں نے ان کو بھی وہی درجہ دیا جو دوسرے اہلِ ذمہ کو دیا تھا - اس کے بعد ایران کی شاندار فتح ہوئی تو یہاں آتش پرست رہتے تھے اور "زرتشت" کو یہ لوگ پیغمبر مانتے تھے۔ اسلامی کتب میں ان لوگوں کو مجوسی بھی لکھا گیا ہے۔ مسلمانوں نے بڑی فراخ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان کو بھی ذمیوں میں شامل کر لیا۔ ہدایہ کے مطابق:

مسلمانوں کو مجوسی عورتوں سے نکاح کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ آنحضورؐ کا ارشاد ہے کہ مجوسی قوم کے ساتھ اہلِ کتاب کا سا برتاؤ ضرور کرو۔ لیکن نہ تو ان کی عورتوں سے نکاح کرو اور نہ ان کے ساتھ کھانا کھاؤ۔

محمد بن قاسم نے جب سندھ فتح کیا تو یہاں ہندوؤں اور بدھمت کی اکثریت تھی۔ مسلمانوں نے ان کو بھی ذمیوں میں شامل کر لیا۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ ابتدائی زمانہ میں صرف اہلِ کتاب ہی اہلِ ذمہ میں شامل تھے لیکن جب مسلمانوں نے بے شمار فتوحات حاصل کر لیں تو دیگر غیر مسلم قوموں کو بھی جو اہلِ کتاب نہ تھے ذمیوں کے دائرے میں شامل کر لیا۔

قاضی ابو یوسف کا فیصلہ یہ ہے کہ بت پرست اور مشرک اگر اسلامی ریاست میں آباد ہوں تو ان کے لیے اسلام نے صرف دو راستے دیے ہیں۔ یعنی یا تو وہ مسلمان ہو جائیں، یا ان کو قتل کر دیا جائے۔

اہلِ کتاب کو جزیہ دے کر اسلامی ریاست میں رہنے کی اجازت ہے لیکن بدھمت اور مشرکوں کے لیے الگ درجہ ہے۔ اسلام شرک کو پسند نہیں کرتا۔

قاضی ابو یوسف امام ابو حنیفہؒ کے شاگرد تھے۔ ہارون الرشید کے زمانے میں انھوں نے کہا تھا، بدھمت اور مشرک کو قتل کرنے کا اطلاق صرف جزیرہ نما عرب میں ہو سکتا ہے یعنی عرب کے علاوہ کسی اور جگہ پر یہ شرط لاگو نہیں ہے۔

رفتہ رفتہ یہ اصول قرار پایا کہ ہر وہ ریاست جو مسلمان فتح کر لیں اور اس ریاست کے افراد جو مسلمان نہیں ہوئے اُن کو اہلِ ذمہ کے زمرے میں شامل کر لیا جائے۔ لیکن اب بھی جزیرہ نما عرب میں کوئی دوسرا دین قبول نہیں کیا جاتا ہے۔ مگر وہ عیسائیوں اور یہودیوں کو قبول کرنے کے لیے تیار ہیں۔ ذمیوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ ہر سال اسلامی حکومت کو جزیہ ادا کریں۔

امام قرطبی تفسیر القرطبی میں رقم طراز ہیں کہ:

یہ امان کا بدلہ ہے یعنی ذمیوں کو امن و امان دیا گیا تو اس کے عوض ان سے جزیہ
۱ وصول کیا جاتا ہے۔ جزیہ اس معاوضے کو کہتے ہیں جو ذمیوں سے ان کو امان دینے پہ لیا جاتا ہے یہ معاوضہ کس بات کا لیا جاتا ہے، اس کے بارے میں مختلف اقوال ہیں:

۱۔ پہلا نظریہ تو یہ ہے چونکہ ذمی یہ رقم اس امن کے معاوضے میں دیتے ہیں جو انھیں اسلامی ریاست دیتی ہے، اس لیے اس کا نام جزیہ رکھا گیا ہے۔

۲۔ چونکہ ان ذمیوں کا خون مسلمانوں کے خون کے برابر ہے لہٰذا ان کی جان بخشی کا معاوضہ جزیہ کہلاتا ہے۔

۳۔ جزیہ ذمیوں کو دیے جانے والے حقوق کا معاوضہ ہے جن سے وہ مسلمانوں کے برابر ہو جاتے ہیں اور انھیں جان و مال اور آبرو کی آزادی ملتی ہے۔"

امام ابوعبید القاسم بن سلام نے لکھا ہے کہ مشرکینِ عرب کے سوا تمام اہلِ کتاب عربوں اور غیر عرب اقوام سے جزیہ وصول کیا جائے خواہ وہ اقوام اہلِ کتاب ہوں یا نہ ہوں۔

مولانا شبلی نعمانی مقالاتِ شبلی میں جزیہ کی تعریف اس طرح کرتے ہیں:

"جزیہ وہ ٹیکس ہے جو ذمیوں کی حفاظت کے عوض وصول کیا جاتا ہے اور ان کو ہر قسم کی آزادی حاصل ہوتی ہے، لیکن اس آزادی کے ساتھ ساتھ ان پر کچھ فرائض بھی عائد کر دیے جاتے ہیں۔"

حسن ابراہیم حسن اس کی تعریف اس طرح کرتے ہیں:

"جزیہ کی رقم ایک معین مقدار کا نام ہے جو ذمیوں سے لی جاتی ہے مسلمان ہونے کے بعد ساقط

ہو جاتی ہے۔ یہ جانوں کا ٹیکس ہے اور اس کی بنیاد نصِ قرآنی پر قائم ہے۔ یہ ذمیوں پر زکوٰۃ کی جگہ مقرر ہوتا ہے۔" (مسلمانوں کا نظمِ مملکت)

انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کے مطابق :

جزیہ وہ ٹیکس ہے جو کسی ملک کو فتح کرنے کے بعد غیر مسلم آبادی سے وصول کیا جاتا تھا۔ جب مسلمان کسی ملک کو فتح کرتے تھے تو وہاں کی غیر مسلم آبادی اگر اسلام قبول نہ کرتی تو پھر ان سے جزیہ لیا جاتا تھا۔ اس کے عوض ان کو اپنی عبادت اور مذہبی رسوم ادا کرنے کی اجازت تھی۔ اس کے علاوہ ان کی حفاظت کی ذمہ داری بھی لی جاتی تھی۔

الاحکام السلطانیہ میں امام ابوالحسن ماوردی نے جزیہ کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے :

جزیہ غیر مسلم رعایا سے ان کی حفاظت اور ذمہ داری کے عوض لیا جاتا ہے۔

جزیہ مسلمانوں کی اختراع نہیں اور نہ مسلمانوں نے غیر مسلم آبادی پر جزیہ لگا کر ظلم کیا ہے بلکہ اس کے متعلق یہ روایت ملتی ہے۔

تاریخ طبری میں ابن جریر طبری کا بیان ہے :

اسلام سے قبل بھی ایران کے بادشاہ نوشیرواں نے ایران کے اندر اور خلیج فارس میں رہنے والے عربوں پر جزیہ لگایا تھا۔ لہٰذا جزیہ اسلام کی اختراع نہیں ہے۔ بلکہ نوشیرواں نے اس کو جاری کیا تھا۔ اس نے اس کو جاری کرنے کی وجہ یہ بیان کی تھی کہ ہماری فوج ملک کے دفاع کے لیے لڑتی ہے اور فوج میں ملک کے تمام باشندے شامل نہیں ہوتے بلکہ ایک مخصوص گروہ اس میں حصہ لیتا ہے جو ملک کے تمام باشندوں کے لیے لڑتا ہے اور ان کا دفاع کرتا ہے۔ لہٰذا جو لوگ فوج میں شامل ہو کر جنگ میں حصہ نہیں لیتے ان پر ایک خاص قسم کا ٹیکس لگایا گیا۔ اس کو بعد ازاں جزیہ کا نام دیا گیا۔ یعنی اگر جنگ میں حصہ نہیں لیتے تو جزیہ ادا کریں۔ دوسرے لفظوں میں ان کی حفاظت کے عوض یہ ٹیکس لیا جاتا تھا۔

انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں بھی یہ ذکر ملتا ہے کہ جزیہ مسلمانوں کی اختراع نہیں بلکہ اسلام سے پہلے بھی ساسانی اور بازنطینی سلطنتوں میں اس کا رواج تھا۔

حسن ابراہیم حسن اپنی شہرۂ آفاق کتاب "مسلمانوں کا نظمِ مملکت" میں رقم طراز ہیں کہ :

جزیہ اسلام کا جدید تخیل نہ تھا بلکہ یونانیوں نے اسے سب سے پہلے ایشیائے کوچک کے باشندوں پر (۵۰۰ ق م) میں عائد کیا تھا۔ رومیوں اور ایرانیوں نے اس کی تقلید کی تھی اور اپنی مفتوحہ قوموں پہ اسے لازمی قرار دیا تھا۔

زمانۂ اسلام میں جب ان ذمیوں پہ جزیہ لگایا گیا تو اس کی وجہ بھی یہی تھی کہ مسلمانوں نے ان ذمیوں کی حفاظت کے عوض یہ ٹیکس وصول کیا۔ کیونکہ جہاد کا حکم صرف مسلمانوں کو تھا۔ غیر مسلموں پر جہاد فرض نہیں تھا۔ چنانچہ مسلمانوں نے ان پہ جزیہ عائد کر دیا اور کہا کہ ہم اس کے بدلے میں تمہاری ہر طرح سے حفاظت کرتے ہیں۔ اس کا سب سے بڑا ثبوت حضرت عمر فاروق اعظم کے زمانے میں ملتا ہے۔ مولانا شبلی نعمانی اپنی شہرۂ آفاق کتاب "الفاروق" میں لکھتے ہیں کہ :

حضرت عمر فاروق اعظمؓ کے زمانے میں ابو عبیدہ بن الجراح بہت قابل جرنیل تھے، شام کے علاقے میں قیام پذیر تھے کہ حضرت عمرؓ نے انھیں پیغام بھجوایا کہ ایران کے محاذ پر کچھ فوج کی ضرورت ہے اس لیے ایران کی طرف اپنی فوج لے کر آئیں۔ ابو عبیدہ بن الجراح نے اپنی فوجیں اٹھانے سے پہلے وہاں کے ذمیوں کو اکٹھا کیا اور کہا کہ ہم نے جزیہ وصول کیا تھا، اس کے عوض ہم نے ایک سال تک تمہارے مال جان اور عزت کی حفاظت کی۔ چنانچہ اب ہم واپس جا رہے ہیں اب تمہاری حفاظت نہیں کر سکتے، لہٰذا وہ جزیہ جو ہم نے تم سے وصول کیا تھا، وہ واپس کرتے ہیں۔ جتنا عرصہ تمہاری حفاظت کی اتنا روپیہ لے لیا، مزید ہم نہیں لے سکتے۔

اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ جزیہ کوئی ظالمانہ ٹیکس نہیں بلکہ حفاظت کے عوض وصول کیا جاتا تھا۔ مسلمانوں کا مقصد صرف روپیہ اکٹھا کرنا نہ تھا بلکہ ان کا مقصد غیر مسلم اقوام کی اس کے عوض مکمل حفاظت کرنا تھا۔

جزیہ کی شرح

امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جزیہ کی شرح یہ ہے :

ذمیوں کو تین حصوں میں تقسیم کیا جائے :

۱۔ مال دار ذمیوں سے ۴۸ درہم سالانہ وصول کیے جائیں گے۔

۲- متوسط طبقہ سے ۲۴ درہم سالانہ وصول کیے جائیں گے۔

۳- نچلے طبقے سے ۱۲ درہم سالانہ وصول کیے جائیں گے۔

امام شافعیؒ کے نزدیک:

ذمیوں سے ایک دینار سالانہ وصول کیا جائے گا۔ انھوں نے ذمیوں کو تین حصوں میں تقسیم نہیں کیا ہے۔

ماوردی نے "الاحکام السلطانیہ" میں اس طرح لکھا ہے:

"آنحضورؐ نے اپنے زمانے میں بالغ مرد ذمی سے ایک دینار وصول کرنے کا حکم دیا تھا۔ بچے اور عورتیں اس میں شامل نہیں تھے۔

امام ابوعبید القاسم بن سلام اپنی کتاب "کتاب الاموال" میں یہ روایت نقل کرتے ہیں:
حضرت عمرؓ نے عثمان بن حنیف کو بھیجا تو انھوں نے ذمیوں پر حسب حیثیت ۴۸، ۲۴ اور ۱۲ درہم جزیہ مقرر کیا۔
محمد بن عبداللہ الثقفی کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ان پر ۴۸ درہم، ۲۴ درہم اور ۱۲ درہم جزیہ مقرر کیا تھا۔

امام ابوعبید القاسم بن سلام نے لکھا ہے:

جزیہ کی کوئی حد مقرر نہیں ہے۔ تاہم استطاعت سے زیادہ بار نہ ڈالا جائے۔ عمرو بن میمون کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کو ان کی شہادت سے چار روز قبل اونٹ پر کھڑا دیکھا تھا، وہ حذیفہ بن یمان اور عثمان بن حنیف سے کہہ رہے تھے۔ تم دونوں اپنے علاقے کے حالات کا بغور مطالعہ کرو۔ "خبردار! کہیں ایسا نہ ہو جائے کہ تم ذمیوں پر ان کی طاقت سے زیادہ بار ڈال دو۔" اس پر عثمان نے کہا۔ میں نے جو کچھ ان پر مقرر کر رکھا ہے، اگر میں اسے دوچند بھی مقرر کر دوں تب بھی وہ اس کے متحمل ہو سکیں گے۔ حذیفہ نے کہا۔ میں نے ان پر جو کچھ مقرر کیا ہے اس میں ان کے لیے بڑی گنجائش ہے۔

حسن ابراہیم حسن اپنی تصنیف "مسلمانوں کا نظم مملکت" میں اس طرح رقم طراز ہیں:
"قاضی القضاۃ امام ابویوسفؒ نے ہارون الرشید کو خط لکھا: آپ کا فرض ہے کہ ذمیوں

سے رواداری برتیں - یہ آنحضورؐ کا معمول تھا - آپ ان کی ضرورتوں سے بے خبر نہ رہے - ان پر زیادتی نہ ہونے پائے - جزیہ کے علاوہ ان سے کوئی مال نہ لیا جائے - آنحضورؐ، حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے ان آخری الفاظ سے آپ واقف ہوں گے - ذمیوں سے بھلائی کرنا، ان سے رواداری برتنا، انھیں کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے پائے -

حضرت ابو بکر صدیقؓ کے زمانے میں کچھ لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا لیکن انھوں نے ان کے خلاف زبردست کاروائی کرنے کا فیصلہ کیا - کیونکہ حضرت ابو بکر صدیق رضؓ کا خیال تھا کہ اگر انھوں نے آج زکوٰۃ کے معاملے میں ان کے ساتھ نرمی برتی، تو کچھ عرصہ کے بعد یہ لوگ نماز، روزہ اور حج کے بارے میں بھی اسی قسم کی باتیں کریں گے - حالانکہ اس موقع پر کچھ صحابہ کرام نے ان کو مشورہ دیا تھا کہ ان کے ساتھ نرمی کا رویہ اختیار کریں لیکن انھوں نے صاف انکار کر دیا اور کہا "خدا کی قسم! خدا کے دین کی حفاظت کے لیے اگر میرے ساتھ کوئی بھی نہ ہوگا تو میں اکیلا جہاد کروں گا"۔ چنانچہ انھوں نے اس وقت سختی سے کام لیتے ہوئے مسلمانوں کو زکوٰۃ دینے پر مجبور کر دیا۔

ہم دیکھتے ہیں کہ جزیہ صرف ذمی مردوں کو دینا پڑتا ہے - ذمی عورت سے جزیہ نہیں لیا جاتا - "کتاب الخراج" میں قاضی ابو یوسفؒ رقم طراز ہیں:

"بچوں سے جزیہ نہیں لیا جائے گا - ایسے ہی مسکین سے جس کو خیرات دی جاتی ہو، ایسے ہی اندھے سے جس کا نہ کوئی پیشہ ہو، نہ کوئی کام کرتا ہو اور معذور سے جزیہ وصول نہیں کیا جائے - البتہ ایسے معذور، مفلوج یا اندھے افراد سے جو خوش حال ہوں جزیہ لیا جائے گا - یہی حال ان راہبوں کا ہے جو خانقاہوں میں رہتے ہوں - اگر یہ خوش حال ہوں تو ان سے جزیہ لیا جائے گا، اور اگر مسکین ہوں اور ان کے خوش حال ہم مذہب ان کو خیرات دیتے ہوں تو جزیہ نہیں لیا جائے گا - صومعہ والے اگر مال دار ہوں تو ان کے ساتھ بھی یہی برتاؤ کیا جائے گا - اگر انھوں نے اپنا سارا مال راہبوں اور کارکنوں اور خانقاہوں کے مصارف کے لیے وقف کر دیا ہو تو ان سے جزیہ لیا جائے گا - مطلوبہ رقم مہتمم مصارف سے وصول کی جائے گی - اگر خانقاہ کا مہتمم جس کے ہاتھ میں یہ چیزیں ہوں، یہ کہے کہ اسے یہ مال نہیں ملا اور اس پر خدا کو گواہ بنا کر قسم کھائے اور اس کے ہم مذہب جس طرح حلف اٹھاتے ہوں اس طرح حلف اٹھائے

تو اسے چھوڑ دیا جائے گا یعنی جزیہ نہیں لیا جائے گا۔ اگر کسی پر جزیہ واجب ہے مگر وہ اسے ادا کرنے سے قبل ہی مر گیا، یا جزیہ کی کچھ رقم وصول کی جا چکی اور کچھ باقی رہ گئی اور وہ وفات پا گیا تو اس کے وارثوں سے اس رقم کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا اور نہ اس کے ترکے سے یہ رقم وصول کی جائے گی۔ کیونکہ اس کی نوعیت قرض کی نہیں۔ اسی طرح اگر کوئی ذمی مسلمان ہو جائے اور اس کے ذمے جزیہ کی کچھ رقم باقی ہو تو اس سے وصول نہیں کی جائے گی۔ اسی طرح فاترالعقل آدمی سے بھی جزیہ وصول نہیں کیا جائے گا۔ اہل ذمہ کے مویشیوں، اونٹ، گائے، بیل، بھیڑ اور بکریوں پر جزیہ نہیں، خواہ یہ مویشی کسی ذمی مرد کے ہوں یا عورت کے۔

حضرت عمر فاروقؓ کا فیصلہ ہے کہ ایسا آدمی جو نادار ہو اور جس کے پاس جزیہ دینے کے لیے کچھ بھی نہ ہو، اس سے جزیہ نہیں لیا جائے گا۔

روایت ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ ایک دفعہ کہیں جا رہے تھے۔ انھوں نے ایک بوڑھے آدمی کو بھیک مانگتے ہوئے دیکھا، جس کی بصارت زائل ہو چکی تھی۔ آپ نے پیچھے سے اس کے بدن کو ٹٹولا اور پوچھا کہ تم کس مذہب سے تعلق رکھتے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ میں یہودی ہوں۔ آپ نے پوچھا کہ کس چیز نے تم کو بھیک مانگنے پر مجبور کیا ہے؟ اس نے جواب دیا۔ میں بڑھاپے، حاجت مندی اور جزیہ کے باعث بھیک مانگ رہا ہوں۔ آپ اسی وقت اس کو گھر لے گئے اور اسے کچھ کھانے کو دیا۔ پھر انھوں نے یہ حکم جاری کیا کہ ایسے لوگ جو چل پھر نہ سکتے ہوں اور ضعیف ہوں ان سے جزیہ نہ لیا جائے گا کیونکہ یہ انصاف سے بعید ہے کہ ان کی جوانی میں ہم ان سے جزیہ وصول کریں اور بڑھاپا آئے تو انھیں بے سہارا چھوڑ دیں۔ ایسے لوگوں کی سرکاری خزانے سے امداد کی جائے گی۔

مسلمان مالک کے آزاد کردہ غیر مسلم غلام سے جزیہ نہ لیا جائے گا۔ قاضی ابو یوسف نے اسماعیل بن ابو خالد سے بروایت شعبی بیان کیا ہے کہ ________ ان سے اس عیسائی غلام کی بابت دریافت کیا گیا جس کو اس کے مسلمان مالک نے آزاد کر دیا تھا۔ شعبی نے جواب دیا کہ اس پر خراج عائد نہیں ہوگا، اس کے آزاد کرنے والے کو جو ذمہ حاصل ہے وہی اس آزاد کردہ غلام کو حاصل ہوگا۔

جزیہ کی وصولی

ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ذمیوں سے جزیہ کس طرح وصول کیا جائے سختی سے یا نرمی سے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے :

"جو کسی ذمی پر ظلم کرے گا، اس پر اس کی برداشت سے زیادہ بار ڈالے گا تو قیامت کے دن میں اس ذمی کی جانب سے اس مسلمان پر جو ظلم کرتا ہو، دعویٰ دائر کروں گا۔"

اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضورؐ نے ذمیوں کو بہت رعایت دی ہے اور ان کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے حاکم عراق عدی بن ارطاۃ کو لکھا :

"اہل ذمہ یا غیر مسلم رعایا پر توجہ کرو، ان سے نرمی کے ساتھ پیش آؤ۔ ان میں سے اگر کوئی شخص بوڑھا ہو جائے اور اس کے پاس مال نہ ہو تو اس پر خزانے میں سے خرچ کرو۔ ایسا ہی حکم ان ذمیوں کے متعلق ہے جو اپاہج، لنگڑے، لولے اور دیگر جسمانی عیوب میں مبتلا ہیں۔"

جزیہ میں کیا وصول کیا جائے۔

جزیہ نقدی کے علاوہ جنس کی صورت میں بھی وصول کیا جائے گا، مثلاً اناج، بھیڑ، بکریاں، گائے، بیل اور دوسری ضروریات کی اشیا بھی جزیہ میں وصول کی جائیں گی، مگر شراب، خنزیر اور مردہ جانور نہیں لیے جائیں گے۔

اسرائیل بن یونس نے بروایت ابراہیم بن عبدالاعلیٰ حدیث بیان کی ہے کہ انھوں نے کہا۔ میں نے سوید بن غفلہ کو کہتے سنا ہے کہ میں عمر بن خطاب کے پاس حاضر ہوا، آپ کے عمال آپ کے پاس اکٹھے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ لوگوں نے مجھے خبر دی ہے کہ تم لوگ جزیہ میں مردار، شراب اور سور بھی لیتے ہو۔ اس پر بلال نے کہا کہ ہاں یہ لوگ ایسا کرتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت عمر بن خطاب نے کہا آئندہ ایسا نہ کرنا بلکہ ان چیزوں کے مالکوں سے کہو کہ انھیں خود ہی فروخت کر دیا کریں اور تم ان سے نقد وصول کر لیا کرو۔

ذمیوں کے ساتھ سلوک

کسی حکمران کے عدل و انصاف اور ظلم و جور کے جانچنے کا سب سے بڑا معیار دوسری ماتحت

قوموں اور اہلِ مذاہب کے ساتھ اس کا سلوک اور طرزِ عمل ہے۔ اس معیار سے حضرت عمر بن عبدالعزیز کا دور سراپا عدل کا دور ہے۔ انھوں نے ذمیوں کے حقوق اور ان کے ساتھ بے حد نرمی کا برتاؤ کیا ہے۔ ان سے پہلے عہدِ فاروقی رضؓ کو لیجیے، انھوں نے ذمیوں اور مسلمانوں کی جان و مال کی حفاظت میں قطعاً کوئی فرق نہیں رکھا۔ ان کے مذہب میں کسی قسم کی مداخلت نہیں کی۔ ذمی کے خون کو مسلمان کے خون کے مساوی قرار دیا۔ ایک بار حسرہ کے ایک مسلمان نے ایک ذمی کو قتل کر دیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے حسرہ کے حاکم کو لکھا کہ قاتل کو فوراً مقتول کے وارثوں کے حوالے کر دو، وہ چاہیں قتل کریں، چاہیں معاف کریں۔ چنانچہ اس حکم پر قاتل کو مقتول کے ورثا کے حوالے کر دیا اور انھوں نے قاتل کو قتل کر دیا۔

ابن الجوزی کا بیان ہے کہ حمص کے ایک بوڑھے ذمی نے حضرت عمرؓ کے بھتیجے اور ان کی بیوی کے بھانجے عباس کے خلاف دعویٰ کیا کہ اس نے اس کی زمین پر غاصبانہ قبضہ کر لیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے عباس سے اس کی وجہ پوچھی تو انھوں نے اپنے باپ کا ایک حکم دکھایا جس کی رُو سے وہ اس کا جائز مالک تھا ــــ اگر حضرت عمر کی جگہ کوئی اور ہوتا تو اس فرمان کا احترام کرتا۔ اسے قانون سمجھتا اور ذمی کو لوٹا دیتا، مگر انھوں نے ذمی کو واپس نہ کیا اور حقیقت جان کر زمین عباس سے لے کر ذمی کے حوالے کر دی۔

حضرت عمر فاروق رضؓ نے غیر مسلم رعایا کے ساتھ نہایت اچھا سلوک کیا۔ ان کے زمانے میں بکر بن وائل کے ایک مسلمان نے کسی ذمی کو قتل کر دیا تو اسے مقتول کے ورثا کے حوالے کر دیا گیا جنھوں نے اسے قتل کر دیا۔ شام کے ایک ذمی کاشت کار نے یہ شکایت کی کہ اسلامی لشکر نے گزرتے ہوئے اس کی فصل کو تباہ کر دیا ہے تو فوراً اسے بیت المال سے معاوضہ ادا کیا۔ مذہبی آزادی کا حال یہ تھا کہ انھوں نے اپنے عیسائی غلام کو بھی زبردستی اسلام قبول کرنے کو نہ کہا۔ جان و مال کی حفاظت بھی مکمل طریقے سے ان کے زمانے میں کی جاتی تھی۔ چنانچہ بیت المقدس کی فتح کے موقع پر خود حضرت عمر فاروقؓ نے جو معاہدہ لکھا، اس میں بیت المقدس کے عیسائیوں کی جان و مال کی حفاظت کی ضمانت دی گئی تھی، جرجان، آذربائیجان اور دیگر شہروں کی فتح کے وقت مفتوحین کے ساتھ جو معاہدے کیے گئے، ان میں یہ شق موجود رہی۔

جزیہ صرف حفاظت کے طور پر وصول کیا جاتا تھا۔ اس کی وضاحت اس بات سے ہوتی ہے کہ جب یرموک کے معرکے کی وجہ سے مسلمانوں کو بلادِ شام خالی کرنے پڑے تو جزیہ یہ کہہ کر واپس کر دیا گیا کہ اب ہم آپ کی حفاظت کا ذمہ نہیں لے سکتے، اس لیے جزیہ لینے کا ہمیں کوئی حق نہیں ہے۔

مقالاتِ شبلی میں مولانا شبلی نعمانی رقم طراز ہیں:

حضرت علیؓ نے صاف صاف لفظوں میں فرمایا کہ جو لوگ ذمی ہو چکے ہیں، ان کا خون ہمارا خون ہے۔

مال و جائداد کے معاملے میں بھی مسلمان اور ذمی اسلامی حکمران کے نزدیک مساوی درجہ رکھتے تھے۔

مولانا شبلی نعمانی اپنی کتاب الفاروق میں لکھتے ہیں:

حضرت عمر فاروقِ اعظمؓ کے زمانے میں ایک شخص نے دجلہ کے کنارے گھوڑوں کو پالنے کا ایک رمنہ بنانا چاہا۔ آپ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری کو جو بصرہ کے گورنر تھے لکھ بھیجا کہ اگر وہ زمین ذمیوں کی نہ ہو اور اس میں ذمیوں کی نہروں اور کنوؤں کا پانی نہ آتا ہو تو سائل کو زمین دے دی جائے۔

حضرت خالد بن ولیدؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانے میں حیرہ فتح کیا تو یہ معاہدہ لکھا:

"یعنی ان کے گرجے برباد نہیں کیے جائیں گے نہ ان کو ناقوس بجانے سے منع کیا جائے گا اور نہ صلیب نکالنے سے ان کو روکا جائے گا"

امیر معاویہؓ نے ابن آثال ایک عیسائی کو حمص کا فنانشل کمشنر اور وہاں کا حاکم مقرر کیا۔

عبدالملک بن مروان نے اپنے زمانے میں ایک عیسائی ابن سرجون کو کاتب مقرر کیا تھا۔

ہندوستان میں اسلامی تاریخ کا مطالعہ کریں تو ہم دیکھتے ہیں کہ بے شمار ہندوؤں کو اہم ترین عہدوں پر مسلمان حکمرانوں نے فائز کیا تھا۔ شاہ جہان کی سرکاری تاریخ "شاہ جہان نامہ" میں ان کے نام درج ہیں جو یہ ہیں:

رانا جگت سنگھ ۔۔ ۵ ہزاری منصب

گج سنگھ	۵ ہزاری منصب
جے سنگھ	" "
راؤ رتن باڈے	" "
بہادر جی رام	" "
راجہ پیتھل داس	چار ہزاری منصب
بھارت بندھیلیہ	" "
راؤ سور	" "
جگر یو رائے	" "

اورنگ زیب عالمگیر کو ہندو متعصب حکمران کہتے ہیں۔ اس نے بھی اسلامی قوانین کے مطابق ذمیوں کے ساتھ بہتر سلوک کیا تھا۔

مولانا شبلی نعمانی اپنی کتاب "اورنگ زیب پر ایک نظر" میں تحریر کرتے ہیں:
اورنگ زیب نے ہندوؤں اور دیگر غیر مسلم افراد کو قابلیت کے لحاظ سے اعلیٰ عہدوں پر فائز کیا۔ راجہ بھیم سنگھ کو پنج ہزاری کا منصب عطا کیا، اور اسی عہدہ میں اس کی موت واقع ہوئی۔ راجہ مان سنگھ کو ماندل پور کا فوجدار مقرر ہوا۔ روپ سنگھ پانچ ہزاری منصب پر ترقی کر گیا تھا۔ لوک چند کو جو کاتب و ملازم شہزادہ اعظم شاہ کا تھا، بہادر سنگھ کے شکست دینے کے صلے میں رائے رائیاں کا خطاب ملا۔ تنیلوا جی کو پانچ ہزاری کا منصب دیا گیا۔"

غرض ذمیوں کو مسلمانوں نے ہر قسم کے حقوق سے نوازا، ان کے ساتھ بہتر سلوک کرنے کی عمدہ مثال قائم کی۔

ماخذ

۱۔ کتاب الخراج — مصنف قاضی ابو یوسف
۲۔ مقالاتِ شبلی — " مولانا شبلی نعمانی
۳۔ الفاروق — " " "
۴۔ اورنگ زیب پر ایک نظر — " " "

۵ - تاریخ اسلام حصہ دوم — مصنف شاہ معین الدین ندوی
۶ - کتاب الاموال جلد اول — " ابو عبید ابو القاسم
۷ - سیرت عمر بن عبدالعزیز — " رشید اختر ندوی
۸ - الاحکام السلطانیہ — " امام ماوردی
۹ - مسلمانوں کا نظم مملکت — " ڈاکٹر حسن ابراہیم حسن
۱۰ - سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات — " خلیق احمد نظامی
۱۱ - ہدایہ — " امام مرغینانی
۱۲ - تاریخ طبری — " ابن جریر طبری
۱۳ - الجہاد فی الاسلام — " سید ابو الاعلیٰ مودودی
۱۴ - انسائیکلو پیڈیا آف اسلام آرٹیکل "ذمی"۔

مقالاتِ حکیم

(مرتبہ شاہد حسین رزاقی)

پاکستان کے نامور مفکر اور بلند پایہ مصنف ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم نہایت دقیق مسائل اور مشکل موضوعات پر عام فہم انداز اور سادہ الفاظ میں اظہارِ خیال کرنے پر غیر معمولی قدرت رکھتے تھے۔ اسلامیات، فلسفہ اور اقبالیات پر ان کی نظر نہایت وسیع تھی کئی کتابوں کے علاوہ خلیفہ صاحب نے متعدد موضوعات پر بڑی تعداد میں مضامین بھی لکھے جن کا مطالعہ ان کے افکار و نظریات سے پوری طرح باخبر ہونے کے لیے ضروری ہے۔

خلیفہ صاحب کے اردو مضامین تین جلدوں میں مقالاتِ حکیم کے نام سے شائع کیے گئے ہیں۔ پہلی جلد میں اسلامیات اور دوسری جلد میں اقبالیات سے متعلق مضامین ہیں اور تیسری جلد متفرق مضامین [illegible] پر مشتمل ہے۔ قیمت جلد اول ۵۰/۶، جلد دوم [illegible] جلد سوم ۵۰/۶ روپے

ملنے کا پتہ: ادارہ ثقافت اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور